Quarterly Research Journal "**Al-Qudwah**", Volume 03, Issue 01, Jan-Mar 2025

AL-QUDWAH

ISSN(P): 2959-2062 / ISSN(E): 2959-2054

https://al-qudwah.com

تجدید دین قواعد وضوابط کی روشنی میں ایک تحقیقی جائزہ

A Research Analysis of Renewal in light of Rules and Regulation

ABSTRACT

This article explains a rule about renewal. Although there are many rules to distinguish renewal, we have explained only one rule in detail here.it is to purify the religion of islam from all heresies, rituals, and wrong beliefs and restore the religion back to the form and the shape it was in the time of the prophet (ﷺ) and companions. Renovation is allowed in islam but there was few rules for it. It is necessary for a Mujaddid to follow these rules. One of these rules is that it is necessary for a mujaddid recognize the rules of islam in which it is permissible to change and also to recognize those rules in which it is not permissible to change. It is not permissible to change the rule that are related to beliefs, good conduct, purposes of the sharia, worship, limits, destiny, etc.

Keywords*: Renewal, Rules, Religion, beliefs, Mujaddid, Sharia, worship*

AUTHORS

Fayaz Muhammad*
Phd Scholar, Department of Islamic Studies, Shaheed Benazir Bhutto University, Sheringal, Dir Upper:
fayazwardar@gmail.com

Dr. Sami ul Haq**
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Shaheed Benazir Bhutto University, Sheringal, Dir Upper:
haq@sbbu.edu.pk

Date of Submission:
15-12-2024
Acceptance: 11-01-2025
Publishing: 20-01-2025

Correspondence Author:
Fayaz Muhammad*Phd Scholar, Department of Islamic Studies, Shaheed Benazir Bhutto University, Sheringal, Dir Upper.*

Web: https://al-qudwah.com/
OJS: https://al-qudwah.com/index.php/aqrj/user/register
e-mail: editor@al-qudwah.com

تجدید دین ایک اسلامی اصطلاح ہے جس سے مراد یہ ہے کے زمانہ کے گزرنے کے ساتھ مبتدعین دین اسلام میں جو بدعات، رسومات اور شرکیات ایجات کرتے ہیں اس کو ختم کرنا اور دین کو اس خالص اور شفاف شکل میں لوگوں کے سامنے پیش کرنا جو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں تھا۔[1]

تجدید کے دو مفہوم ہیں ایک شرعی ہے جس کا اسلام نے مطالبہ کیا ہے اور یہ تجدید نہ صرف جائز ہے بلکہ چند شرائط اور ضوابط کے ساتھ مستحسن بھی ہے ایک صحیح حدیث میں نبی ﷺ نے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ:

ان الله يبعث لهذه الامة على راس كل مائة سنة من يجدد لها دينها۔[2]

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر سو سال اس امت کے فائدہ کے لئے ایک ایسے شخص کو بھیجے گا جو دین کی تجدید کرے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دین میں بگاڑ آئے گا لوگ دین میں بدعات ایجاد کریں گے لوگوں کے افکار بدل جائیں گے اور اس کی وجہ سے یقینیات اور ایمانیات میں شکوک پیدا ہونگے لیکن ان چیزوں کو صاف کرنے کی ضرورت ہوگی جو بغیر تجدید کی ممکن نہیں ہوگی کیونکہ دین اسلام مکمل ہے اور رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہے اس کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دین میں بدعات، رسومات، شرکیات اور غلط عقائد ہمیشہ کے لئے باقی نہیں چھوڑے گا بلکہ اس کو ختم کرے گا۔ تجدید کا یہ مطلب نہیں کہ دین اسلام میں ایسی تبدیلی لائی جائے جس سے اسلام کی بنیادی احکام کو نقصان پہنچ جائے بلکہ تجدید کا مطلب یہ ہے کہ تجدید کرنے میں نئی مسائل کو دیکھنا ہوتا ہے اور ان جدید مسائل کو ان مسائل کی طرف لوٹانا ہوتا ہے جو اس کے مشابہ ہے اس پر وہ حکم لگایا جاتا ہے جو اس کے مشابہ کے لئے ہے۔

تجدید دین کا دوسرا مفہوم وہ ہے جس کو بعض لوگوں نے اسلام کی بنیاد کو کمزور کرنے اور شہد میں زہر ملانے کا ذریعہ بنایا ہے۔ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ اب زمانہ بدل گیا ہے جدید دور ہے اسلام کو نئی شکل میں پیش کرنا چاہئے، کبھی ترقی پسندی کے نام پر، کبھی رجعت پسندی کے نام پر، کبھی آزادی کے نام پر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں اور لوگوں کے اسلام اور ایمان کو خراب کر دیتے ہیں اور دین اسلام کی ایسی تشریح کرتے ہیں جس کا دین کے ساتھ کوئی تعلق بھی نہیں ہوتا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ جس چیز کی بنیاد مضبوط ہو اس پر جتنے بھی آندھی اور طوفان آجائے اس کو نہ کوئی چیز گرا سکتا ہے اور نہ اس کو کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے اس وجہ سے تجدید کے لئے ایسے قواعد وضوابط بیان کرنے کی ضرورت ہے جس سے دین کی بنیاد مضبوط ہو جائے آسانی کے ساتھ تجدید کا تعارف ہو جائے، تجدُد کی پہچان ہو جائے، مجدد اور متجدِد کے درمیان فرق بھی ممکن ہو جائے اور تجدُد کرنے والوں کا راستہ بند ہو جائے۔ اس کے ساتھ یہ بھی معلوم ہو جائے کہ دین کے کونسے میادین ایسے ہیں جن میں تجدید کرنا جائز ہے اور کونسے گوشے ایسے ہیں جن میں تجدید کرنا جائز نہیں ہے بلکہ وہ دین کے اصول ہے۔ جن میں تبدیلی کرنا جائز نہیں ہے۔

---

[1] بسطامی، محمد سعید، مفہوم تجدید الدین، مرکز التاصیل للدراسۃ والابحوث، جدہ 2013، ج1 ص20۔

[2] ابو داود، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داود، مکتبۃ العصریہ، بیروت 2009، ج4 ص109، باب مایذکر فی قرن المائۃ، حدیث نمبر 4291۔

قاعدہ:

متغیر اور غیر متغیر کے درمیان فرق:

دین اسلام کے بعض احکام ایسے ہیں جو زمان ومکان کے بدل جانے سے اس میں تبدیلی واقع ہوتی ہے اور بعض احکام ایسے ہیں جن میں کسی بھی حالت میں نہ زمان ومکان کے بدلنے سے اور نہ اجتہاد سے اس میں تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ مجدد کے لئے ان احکام کی پہچان اور دونوں کے درمیان فرق بہت زیادہ ضروری ہے کیونکہ اگر یہ فرق ان کو معلوم نہ ہو تو کبھی ان احکامات میں تبدیلی کرے گا جو دین کے اصول ہیں جس میں کسی حالت میں تبدیلی کرنا جائز نہیں ہے۔ یہ امور مندرجہ ذیل ہیں:

عقائد میں تجدید:

جن امور میں تجدید جائز نہیں ہے ان میں ایک عقائد ہے۔ مثلاً اللہ پر ایمان، پیغمبروں پر ایمان، کتابوں پر ایمان، یوم آخرت پر ایمان اور ان غیبی چیزوں پر ایمان لانا جن کا خبر رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے۔

حسن اخلاق:

ان امور میں تجدید جائز نہیں جن کا تعلق حسن اخلاق سے ہے۔ تمام ادیان کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جھوٹ بولنا بری صفت ہے، سچ بولنا اچھی صفت ہے، امانت کی حفاظت کرنا اچھی صفت ہے، اس میں خیانت کرنا بری صفت ہے۔ چوری کرنا بری صفت ہے۔

مقاصد شریعت:

جن امور کا تعلق مقاصد شریعت سے ہے ان میں تجدید جائز نہیں ہے۔ مثلاً دین کی حفاظت، جان کی حفاظت، مال کی حفاظت، عزت کی حفاظت، عقل کی حفاظت۔ ان میں تغیر لانا جائز نہیں کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

ان دماءکم واموالکم حرام علیکم کحرمة یومکم هذا۔

بے شک تمہارا خون اور مال تم پر اس دن کی حرمت کی طرح حرام ہے۔

امام شاطبیؒ لکھتے ہیں کہ دین اسلام نے پانچ اشیاء کی حفاظت لازمی قرار دی ہے۔ ان میں دین، نفس، مال، نسل اور عقل شامل ہے۔[3]

عبادات:

عبادات کا تعلق ان امور سے ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک طریقہ مقرر کیا ہے جس کو عقل اور اجتہاد کے ذریعے تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اور نبی ﷺ کے طریقے کو اپنانے کا حکم فرمایا ہے:

اطیعوا الله واطیعوا الرسول۔[4]

اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔

اور نبی ﷺ نے بھی اپنے طریقے کے پیروی کرنے کا حکم فرمایا ہے :

---

[3] شاطبی، ابراہیم بن موسیٰ، الموافقات، دار ابن عفان، 1997، ج1 ص 31۔

[4] سورۃ نساء:۵۹

صلوا کما رئیتمونی اصلی۔[5]

اس طرح نماز ادا کرو جس طرح مجھے نماز ادا کرتے دیکھ رہے ہو۔

حدود:

حدود کا شمار ان امور میں ہوتا ہے جن میں تجدید جائز نہیں ہے۔ حدود سے مراد وہ سزائیں ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مقرر کئے ہیں اس میں کسی قسم کی تبدیلی کمی وبیشی جائز نہیں ہے۔

مقدرات:

اس سے مراد یہ ہے کہ جن چیزوں کی مقدار شریعت نے مقرر کی ہے۔ اس کو نہ زیادہ کیا جاسکتا ہے اور نہ اس کو کم کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً زکواۃ کے لئے شریعت نے مقدار مقرر کیا ہے، نماز کی رکعات کی تعداد شریعت نے مقرر کئے ہیں۔ اسی طرح طلاق دینے کے مقدار، میراث کے حصے وغیرہ شریعت کے مقرر کردہ ہیں۔ اب اگر کوئی ان مقدرات میں کمی وبیشی کرے گا تو وہ دین میں تجدد کرے گا۔

جن امور کی بنیاد آیت یا حدیث ہو:

جو حکم کسی آیت یا حدیث سے ثابت ہو اس میں تبدیلی نہیں کی جاسکتی۔ اس سے مراد وہ احکام ہے جو بلکل واضح ہو جس پر عمل کرنے میں کسی کا اختلاف نہ ہو اور نہ کسی کی تشریح کی محتاج ہو اور نہ اس میں دورائے ہو۔ تو ان جیسے امور میں تبدیلی نہیں کی جاسکتی۔

متغیر امور میں تجدید:

یہاں پر ان امور کا تذکرہ کیا جاتا ہے جو متغیر ہے اور کسی زمان ومکان کے ساتھ خاص ہے یا کسی شرط کے ساتھ خاص ہے جب وہ زمان ومکان موجود ہو یا وہ شرط موجود ہو تو اس میں تغیر کرنا جائز ہو گا۔ اگر موجود نہ ہو تو اس میں تغیر کرنا جائز نہیں ہو گا۔

نص کا قاعدہ کلیہ ہونا:

دین اسلام میں اکثر کلیات بیان ہوتے ہیں اس میں تفصیل بیان نہیں ہوتا۔ ان جیسے کلیات کے تفصیل مجتہدین بیان کرتے ہیں اور اس کو مسائل پر منطبق کرتے ہیں۔ مثلاً مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے جنگ کے لئے تیاری کرنے کا حکم دیا ہے کہ:

واعدو لھم مااستطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون به عدواللہ وعدوکم۔[6]

ان کافروں کے مقابلہ کے لئے قوت تیار کرو گھوڑے تیار کرو جس پر تم اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن کو ڈراو۔

یہ آیت کلیات میں سے ہے اس میں تفصیل نہیں ہے بلکہ فرمایا کہ قوت تیار کرو۔ احادیث میں اس سے مراد تیر لیا ہے لیکن اس سے جہاد کے وہ تمام چیزیں مراد ہے جو جہاد میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ اس میں جہاز، ٹینک، مزائل، ایٹم بم، بندوق اور جہاد میں استعمال ہونے والے تمام جدید آلات شامل ہیں۔

---

[5] بیھقی، احمد بن الحسین، سنن البیھقی الکبریٰ، مکتبہ دار الباز، مکہ المکرمہ ۱۹۹۴، ج ۲ ص ۳۴۵ حدیث نمبر ۳۶۷۲۔

[6] سورۃ انفال: ۶۰

اس سے ثابت ہوا کہ تجدید ان امور میں جائز ہوگی جن میں اجتہاد جائز ہے اور جن امور میں اجتہاد جائز نہیں وہاں پر تجدید بھی جائز نہیں ہوگی۔ اجتہاد ان امور میں جائز ہے جو ظنی الثبوت ہو۔ یعنی جس کی دلیل ظنی ہو۔ پھر ثبوت میں ظنی ہو یا دلالت میں ظنی ہو۔ لیکن جو امور قطعی الثبوت ہے ان میں تجدید جائز نہیں ہے۔ چند قطعی امور پیش خدمت ہیں۔ مثلا: نماز، حج، روزہ، زکوۃ، حرمت شراب، حرمت سود، رجم شادی شدہ کے لئے، قطع ید، میراث کے حصے یہ تمام قطعی امور ہیں۔

اسی طرح تجدید ان امور میں جائز نہیں جہاں پر شرعی احکام کو نقصان پہنچتا ہو یا شرعی امور کے ساتھ تعارض پیدا ہوتا ہو مثلاً اگر کوئی سود کے بارے میں جواز کا فتویٰ جاری کریں اور دلیل یہ پیش کریں کہ یہ وقت کی ضرورت ہے یا اس کے بغیر معیشت نہیں چلتی۔ تو یہ جائز نہیں ہوگا کیونکہ سود کے حرمت کے بارے میں قطعی دلائل موجود ہے۔

اسی طرح اگر کوئی پردہ نہ کرنے کے جواز کے بارے میں دلائل پیش کریں کہ پردہ کرنا ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے تو یہ جائز نہیں ہوگا کیونکہ پردہ کے بارے میں بہت زیادہ دلائل ہیں جس کی وجہ سے پردہ کرنا لازمی ہے۔

جن چیزوں میں تجدید جائز نہیں:

اوپر ہم نے ذکر کیا کہ وہاں تجدید جائز نہیں جہاں پر اجتہاد جائز نہیں اس کے تین اقسام ہیں۔

پہلی قسم جو دین کے بنیادی احکام ہیں یعنی وہ امور جن کا تعلق ایمانیات سے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ، آخرت، رسولوں، کتابوں، فرشتوں پر ایمان، نماز کی فرضیت، قتل وغیرہ کی سزا یہ وہ امور ہے جو دین کی بنیادی احکام ہیں۔ اس میں تجدید اور اجتہاد جائز نہیں ہے۔

دوسرے قسم وہ ہے جس کے بارے میں قرآن وحدیث میں قطعی دلیل موجود ہو اس میں تجدید واجتہاد جائز نہیں ہے۔ مثلاً قسم کے کفارہ کے بارے میں قرآن میں قطعی دلیل موجود ہے اسی وجہ سے اس میں تجدید اور اجتہاد جائز نہیں۔

تیسرے قسم وہ ہے جس میں ایسے عملی احکام شامل ہیں جس میں کسی قسم کی تاویل کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ اس میں وہ احکام شامل ہیں جو نبی ﷺ سے خود ثابت ہیں۔ مثلاً اوقات نماز، نماز کے ارکان وشرائط، حج کا طریقہ، نماز کا طریقہ ان میں تجدید واجتہاد جائز نہیں ہے۔

جہاں تجدید جائز ہیں:

جن امور میں تجدید، اجتہاد اور اپنے رائے کو پیش کرنا جائز ہے وہ مواضع مندرجہ ذیل ہیں۔

- جہاں پر نص موجود ہو لیکن وہ قطعی الدلالت نہ ہو۔ قطعی الثبوت ہو: اس کی مثال حیض کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :

  والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلاثۃ قروء۔[7]

  طلاق شدہ عورتیں تین حیض تک انتظار کریں گی۔

اس آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت ثابت ہونے میں قطعی ہے کیونکہ یہ قرآن مجید کی آیت ہے منسوخ بھی نہیں ہے تو ثابت ہونے میں قطعی ہے لیکن دلالت میں یہ ظنی ہے یعنی مطلب بیان کرنے میں اہل علم نے اس میں اختلاف کیا ہے۔ اس آیت میں شوافع نے قرء سے مراد طھر مراد لیا ہے جبکہ احناف نے اس سے حیض مراد لیا ہے۔ ابن نجیمؒ لکھتے ہیں کہ:

[7] سورۃ البقرہ:۲۲۸

وَأَوَّلَهُ أَصْحَابُنَا فِي الْآيَةِ بِالْحَيْضِ وَالشَّافِعِيُّ بِالطُّهْرِ۔[8]

ہمارے علماء نے اس سے مراد حیض مراد لیا ہے جبکہ شوافع نے اس سے طہر مراد لیا ہے۔

اس آیت میں قرء کا لفظ دو معنوں کے لئے استعمال ہوا ہے ایک معنیٰ حیض ہے۔اسی معنیٰ کو احناف نے اختیار کیا ہے جبکہ دوسرا معنیٰ طہر ہے اور اسی معنیٰ کو شوافع نے اختیار کیا ہے۔یہ لفظ ان دونوں معنوں پر دلالت کرنے میں ظنی ہے۔اب مجتہد کے لئے جائز ہے کہ وہ ان دونوں معنوں میں ایک معنیٰ کو اختیار کرنے کے لئے اجتہاد کریں اور وہ اس سے جو معنیٰ مراد لے گا وہ درست ہو گا۔

- جہاں پر نص قطعی الدلات ہو لیکن ظنی الثبوت ہو:

اس سے مراد یہ ہے کہ جہاں پر ایک نص آیا ہو وہ ایک معنیٰ کو متعین کرنے میں قطعی ہو کہ اس آیت یا نص سے بعینہ یہی معنیٰ اور مقصد مراد ہے لیکن وہ نص ثبوت کے اعتبار سے ظنی ہو یعنی وہ متواتر نہ ہو۔توان جیسے مواضع میں رائے پیش کرنا جائز ہے۔

اس سے مراد وہ مقدرات ہیں جو غیر متواتر طریقے سے نقل ہوئے ہیں لیکن ظنی الثبوت مثلاً حدیث میں ہے:

فی خمس من الابل صدقة۔[9]

پانچ اونٹوں میں زکوٰۃ ہے۔

اب یہ حدیث اپنے مقصد کو متعین کرنے میں قطعی ہے۔اس سے اونٹوں میں زکوٰۃ لازم ہوتا ہے۔لیکن سند کے اعتبار سے یہ ظنی ہے اس کے سند میں اجتہاد اور رائے کو پیش کرنا جائز ہے۔

- جہاں پر نص ظنی الدلالت اور ظنی الثبوت دونوں ہو:

اس سے مراد یہ ہے کہ جہاں پر ایک نص آیا ہو اور دلالت کے اعتبار سے بھی ظنی ہو اور ثبوت کے اعتبار سے بھی ظنی ہو تو وہاں پر بھی اجتہاد کرنا اور اپنے رائے کو پیش کرنا جائز ہو گا۔مثلاً:

لا صلاة الا بفاتحة الكتاب۔[10]

کوئی نماز سورۃ فاتحہ کے پڑھنے کے بغیر درست نہیں۔

یہ حدیث ظنی الثبوت بھی ہے اور ظنی الدلالت بھی ہے۔ظنی الثبوت اس لئے ہے کہ یہ خبر احاد میں سے ہے اور ظنی الدلالت اس لئے ہے کہ علماء نے اس حدیث کے ایک سے زیادہ معنے مراد لئے ہیں۔احناف نے اس سے یہ مراد لیا ہے کہ لا صلاۃ کاملۃ۔نماز بغیر سورۃ فاتحہ کے پڑھنے کے کامل نہیں ہے اور شوافع نے اس سے یہ مراد لیا ہے کہ

لا صلاة صحيحة الا بفاتحة الكتاب۔

کوئی نماز سورۃ فاتحہ کے پڑھنے کے بغیر درست نہیں ہے۔

- جہاں پر نص نہ ہو:

---

[8] ابن نجیم، زین الدین، بحر الرائق شرح کنز الدقائق، دار المعرفہ، بیروت، ج۴ص۱۴۰۔

[9] ابن خزیمہ، محمد بن اسحاق، صحیح بن خزیمہ، المکتب الاسلامی، بیروت، ج۴ص۸۰

[10] ترمذی، محمد بن عیسیٰ، سنن ترمذی، دار الغرب الاسلامی، بیروت ۱۹۹۸، ج۱ص۳۳۰، حدیث نمبر ۲۴۷۔

ایک جدید مسئلہ پیش آیا اور اس کے بارے میں نص موجود نہ ہو تو اس کے بارے میں مجدد اجتہاد کرے گا اس کے نظائر سے اس کے لئے حکم تلاش کرے گا اور اس کے مشابہ مسئلہ کے بارے میں شریعت نے جو حکم لگایا مجدد وہ حکم اس جدید مسئلہ کے لئے بھی ثابت کرے گا۔

یہ چار قسم کے جگہیں ایسے ہیں جس میں مجدد کے لئے اجتہاد کرنا اور اپنے رائے کو پیش کرنا جائز ہے۔

اس قاعدہ کے رو سے جائز تجدید کی مثالیں:

اس قاعدہ کے بارے میں دین اسلام میں بہت زیادہ مثالیں ایسی موجود ہے جو کہ خود صحابہ کرام سے ثابت ہیں۔ نبی ﷺ کا اپنے رب کے پاس جانے کے بعد جب خلافت کے بارے میں صحابہ کرام کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا تو حضرت عمرؓ نے یہ دلیل پیش کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں ابو بکرؓ کو نماز کے لئے امام مقرر کیا تھا۔[11] لہٰذا امامت کبریٰ خلافت کے حقدار بھی ابو بکرؓ ہے اس لئے امامت کبریٰ کو امامت صغریٰ پر قیاس کیا اور ابو بکرؓ کو خلیفہ مقرر کیا۔

حضرت عمرؓ نے صحابہ کو تراویح کی نماز کو مسجد میں ایک امام کے پیچھے ادا کرنے کا حکم دیا اور فرمایا تھا کہ:

البدعة هذه۔[12]

یہ اچھی بدعت ہے۔

جب حضرت عمرؓ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تراویح کو ایک امام کے پیچھے ادا کرنے کا حکم دیا تو اس سے پہلے اس کے نظائر موجود تھے ۔ایک یہ کہ نبی ﷺ نے تراویح کرنے کا حکم دیا ہے اور خود صحابہ کے لئے تراویح ادا کئے تھے۔

اس قاعدہ کی رو سے ناجائز تجدید کی مثالیں:

یہاں پر چند ایسے مثالیں پیش کی جاتی ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کی تجدید اور اجتہاد نہ زمانہ کے بدلنے سے اور نہ ترقی آنے سے جائز ہے۔

عصر حاضر میں بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں ک عورت کو میراث میں آدھا حصہ کیوں ملتا ہے اس کو بھی مرد کے برابر پورا حصہ دینا چاہئے کیونکہ اب زمانہ بدل گیا ہے عورت بھی اب ہر میدان میں مرد کے برابر کھڑی ہے جو محنت ومشقت مرد کرتا ہے وہ عورت بھی کرتی ہے جو پیسہ مرد کماتا ہے وہ عورت بھی کماتی ہے۔ لہٰذا ان کے حصوں میں فرق نہیں کرنا چاہئے۔

لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ عورت چاہے جتنی بھی ترقی کر لیں ڈاکٹر بن جائیں، انجنیئر بن جائیں۔ جتنا بھی پیسہ کمالیں لیکن اس کو کبھی بھی مرد کے برابر حصہ نہیں ملتا کیونکہ عورت کے حصہ کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يوصيكم الله فى اولادكم للذكر مثل حظ الانثيين ۔[13]

اللہ تعالیٰ تم کو عورت کے حصہ کے بارے میں وصیت کرتا ہے کہ دو لڑکیوں کا حصہ ایک لڑکے کے برابر ہو گا۔

---

[11] ابن بطال، شرح صحیح البخاری، علی بن خلف، مکتبۃ الرشد، الریاض ۲۰۰۳، ج ۱۰ ص ۳۶۱۔

[12] امام مالک، مالک بن انس، موطا امام مالک، دار احیاء التراث العربی، مصر، ج ا ص ۱۱۴ حدیث نمبر ۲۵۰۔

[13] سورۃ النساء: ۱۱

اس آیت کا تعلق قطعی احکام سے ہے جس میں کسی بھی حالت میں تغیر و تبدیلی ممکن نہیں اسی وجہ سے میراث میں عورت کا حصہ مرد کے برابر نہیں ہو سکتا۔اب اگر اس آیت میں کوئی اجتہاد اور تجدید کرنا چاہتا ہے تو اس میں کسی قسم کی تجدید اور رائے پیش نہیں کر سکتا کہ وہ میراث میں عورت کے حصہ کو مرد کے برابر کر دیں۔

خلاصہ:

اس آرٹیکل میں تجدید کے بارے میں ایک قاعدہ کی وضاحت کی گئی ہے اگرچہ تجدید اور تجدد کے درمیان فرق کرنے کرنے کے لئے بہت زیادہ قواعد ہیں لیکن ہم نے یہاں پر صرف ایک قاعدہ کی تفصیلاً وضاحت کی ہے۔ تجدید دین سے مراد یہ ہے کہ دین اسلام کو تمام بدعات، رسومات ،غلط عقائد سے پاک کر کے دین کو واپس اس صورت و شکل میں بحال کرنا جو نبی ﷺ اور صحابہ کرام کے زمانہ میں تھا۔دین اسلام میں تجدید جائز ہے لیکن اس کے لئے چند قواعد ہیں۔ایک مجدد کے لئے ان قواعد پر عمل کرنا ضروری ہے۔ان قواعد میں سے ایک قاعدہ یہ ہے کہ مجدد کے لئے ضروری ہے کہ وہ دین اسلام کے ان احکام کو پہچانے جن میں تغیر کرنا جائز ہے اور ان احکام کو بھی پہچانے جن میں تغیر کرنا جائز نہیں ہے۔جن احکام کا تعلق عقائد، حسن اخلاق، مقاصد شریعت، عبادات، حدود، مقدرات وغیرہ سے ہیں ان میں تغیر کرنا جائز نہیں۔